سیرتِ طیبہ کی روشنی میں اسلامی ریاست کی خصوصیات و امتیازات

The Unique Conspicuousness of Islamic State in the light of Seerah

☆بخت شید

ریسرچ سکالر، کلیہ معارفِ اسلامیہ، وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

☆☆ڈاکٹر حافظ محمد ثانی

صدر شعبہ قرآن وسنہ / ڈائریکٹر سیرت چیئر وفاقی اردو یونیورسٹی، عبدالحق کیمپس، کراچی

Abstract:

The teachings of Hazrat Muhammad (ﷺ) and his life provides a base of individual and collective progress for the Muslims, because the Holly Seerah provides a brief and complete guidelines to every aspect of the life. The Seerah of Hazrat Muhammad (ﷺ) gives instructions for individual life as well as for collective life. When Hazrat Muhammad (ﷺ) migrated to Madinah, there he pounded the first independent state for the Muslim community discipline, education and sermonizer. Whose state government rules are to be followed and replicated by a best and normative state.

Hazrat Muhammad (ﷺ) proposed an Islamic State whose objectives consist of virtues, fairness, the eradication of evils, disputes and vitations. The new established Islamic State had basic qualities of truthfulness, honesty and merit. His successful foreign policy proved very helpful for the spread of Islam and due to the best interior policy there was perfect peace and brotherhood in the country. The pious Caliphs became unique rulers whose greatness is admitted by the non muslims due to following the Seerah and the prophecy state. This article consists of uniqueness of Islamic State and its origin, objectives of Islamic Government in order to achieve a successful Government by the current Muslims through following the Holly Seerah.

Key Words: Seerah, Islamic State, Caliphs, Prophecy State

امام الانبیاء، خاتم النبیین، امام المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی اہلِ ایمان کے لئے سرچشمۂ رشد و ہدایت ہے۔ مسلمانوں کا دینی، سیاسی، ریاستی، تہذیبی، معاشی اور معاشرتی نظام آپ ﷺ ہی کے اسوۂ حسنہ پر قائم ہے، اور آپ ﷺ کی سیرت و سنت مسلمانوں کے لئے میزانِ عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محسنِ انسانیت ﷺ کو آخری رسول اور تا قیامت کامل اسوۂ حسنہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ ﷺ کی مثالی تعلیمات اور سیرتِ طیبہ ہر دور میں مسلمانوں کی قوت و عظمت، رفعت و ترقی کا سرچشمہ اور ان کی قومی، سیاسی اور ملی نظام کی تشکیل و تعمیر کا بنیادی عنصر رہی ہیں:

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر — وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ[1]

سیرتِ طیبہ اور اسوۂ نبوی ﷺ کو زندگی کے ہر گوشے اور ہر نشیب و فراز میں جامعیت کی سند خود قرآن کریم نے دی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[2]

"یقیناً رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔"

رسول اکرم ﷺ کی ان ابدی تعلیمات اور مثالی سیرت پر عمل کرنے سے امتِ مسلمہ دینی و دنیوی کامیابی و سرخروئی سے ہمکنار ہو سکتی ہے اور اپنی عظمتِ رفتہ بحال کر سکتی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت میں جہاں انفرادی اور شخصی زندگی کے حوالے سے راہنمائی ملتی ہے وہاں اجتماعی اور قومی زندگی کے خدوخال بھی واضح نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو وہاں مسلمانوں کی اجتماعیت، نظم و ضبط، تعلیم و تربیت اور عسکری و دفاعی نظام کے لئے اسلامی فلسفہ حکمرانی کے مطابق پہلی آزاد اور خود مختار اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی، جس کے تمام ریاستی انتظامات و اقدامات ایک بہترین اور معیاری ریاست کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بہترین خارجہ پالیسی کی بنیاد پر نہ صرف مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت یقینی ہوگئی بلکہ اسلام مختلف علاقوں میں تیزی سے پھیلتا گیا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی مثالی داخلہ پالیسی کی وجہ سے اسلامی ریاست میں مکمل امن و سکون، الفت و محبت اور ایثار و ہمدردی دیکھنے کو ملی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کر کے جس بھائی چارے اور اخوت کی بنیاد رکھی اس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے، اور یہ

وہ تاریخی اور مثالی اقدام ہے جس پر عمل پیرا ہو کر آج بھی امتِ مسلمہ اپنی عظمتِ رفتہ بحال کر سکتی ہے، اور پوری دنیا کے سامنے مضبوط اور ناقابلِ تسخیر ریاست کے طور پر سامنے آسکتی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی قائم کردہ اس مثالی ریاست کو اسلامی ریاست کے حوالے سے رول ماڈل قرار دیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ اور آپ ﷺ کی قائم کردہ ریاست کے خطوط پر عمل پیرا ہو کر ہی حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم مثالی حکمران قرار پائے جس کا اعتراف نہ صرف مسلمان کرتے ہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی اس حقیقت کے معترف نظر آتے ہیں۔

زیرِ نظر آرٹیکل میں سیرتِ طیبہ کی روشنی میں "اسلامی ریاست کی خصوصیات و امتیازات" پر بحث کرنا مقصود ہے، جس میں ریاست کا مفہوم، اسلام میں ریاست کا تصور، اسلامی ریاست کا آغاز و ارتقاء، اسلامی ریاست کی خصوصیات و امتیازات (حاکمیتِ اعلیٰ، شورائیت، اسلامی شریعت کا عملی نفاذ اور غیر مسلموں کے ساتھ رواداری) جیسے جیسے مباحث کو زیرِ بحث لایا گیا ہے، تاکہ اسلامی فلاحی ریاست کا نقشہ واضح کیا جا سکے، اور عصرِ حاضر کے مسلمانوں کے سامنے ایک آئیڈیل نمونہ پیش کیا جا سکے۔

ریاست کا مفہوم

لفظ "ریاست" کی اصطلاح عربی زبان کے لفظ "رئیس" سے اخذ کی گئی ہے، اور "رئیس" کے معنٰی ہیں: سردار، سربراہ۔ جس کا مادہ: "راس" ہے، جس کے متعلق علامہ ابن منظور فرماتے ہیں:

رَأَسَ القومَ صار رئيسَهم ومُقَدَّمَهم3 "رَأَسَ القومَ کا معنٰی ہے قوم کا رئیس اور سردار بننا"۔

ریاست کے معنٰی ایسی معاشرتی تنظیم ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد کی حاکمانہ سربراہی یا حاکمیت قائم ہو۔ انگریزی زبان میں ریاست کے مترادف کے طور پر لفظ "اسٹیٹ" State استعمال ہوتا ہے جو لاطینی زبان کے لفظ سٹیٹس رائی پبلکئے Status Rei Publicae سے ماخوذ ہے، جس کے معنٰی "عوامی معاملات کا قیام" ہے۔ اسی لاطینی اصطلاح سے انگریزی زبان میں اسٹیٹ کی اصطلاح متعارف ہو گئی۔ لاطینی اصطلاح کے دوسرے حصے میں ترمیم ہو کر انگریزی میں ری پبلک (Republic) یعنی جمہوریہ بن گیا۔[4]

ریاست یعنی اسٹیٹ کی اصطلاح کو مختلف معانی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ عام لوگ ریاست کو حکومت کے معنٰی میں سمجھتے ہیں۔ یونانی فلسفی ارسطو کے مطابق ریاست شہروں اور دیہاتوں کا ایسا اتحاد ہے جس کا مقصد ایک مکمل اور خود کفیل زندگی کا حصول ہے۔ جسے ہم بہتر اور باعزت زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں۔[5] ماہرِ عمرانیات میک آئیور ریاست کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ریاست ایک انجمن ہے جو قانون کے ذریعے قائم ہوتی ہے اور اس قانون کو ایک ایسی حکومت نافذ کرتی ہے جو جابرانہ قوت کے ساتھ ایسا کرنے کی مُجاز ہو۔ اور ایک مخصوص علاقے کے لوگوں میں معاشرتی نظم کے عالمگیر خارجی حالات کو برقرار رکھتی ہے۔"[6]

ماہرِ سیاسیات پروفیسر لاسکی کا کہنا ہے کہ "ریاست ایک علاقائی معاشرہ ہے جو حکومت اور رعایا میں منقسم ہوتا ہے اور جو مقررہ طبعی علاقے میں باقی تمام اداروں پر برتری رکھتا ہے"۔[7]

مشہور مسلم مفکر ابو مسلم الفارابی نے ریاست کی تعریف کرتے ہوئے خصوصیات و اوصاف کے اعتبار سے اس کی دو قسمیں بنائی ہیں:

رياسة تمكن الأفعال والسنن والملكات الإرادية التي شانها أن ينال بها ما هو في الحقيقة سعادة، و هي الرياسة الفاضلة، والمدن والأمم المنقاة لهذه الرياسة هي المدن والأمم الفاضلة. والرياسة تمكن في المدن الأفعال والشيم التي تنال بها ما هي مظنونة أنها سعادات من غير أن تكون كذالك و هي رياسة جاهلية.8

"ایک وہ ریاست ہے جو ان افعال، عادات، اقدار اور طریقوں کو فروغ دیتی ہے جن کے ذریعے حقیقی سعادت حاصل کی جا سکتی ہے، ایسی ریاست ریاستِ فاضلہ (بہترین حکومت) کہلاتی ہے۔ جو اقوام و معاشرے اس ریاست کے ماتحت اور تابعدار ہوتے ہیں وہ بہترین اقوام اور معاشرے ہوتے ہیں۔ جو ریاست معاشرے میں ایسے افعال و اخلاق فروغ دیتی ہے جن کے ذریعے ظاہری اور موہومہ خوشی حاصل کی جاسکتی ہے مگر حقیقت میں وہ حصولِ سعادت کا باعث نہیں ہوتی تو ایسی ریاست ریاستِ جاہلیہ کہلاتی ہے۔"

فارابی کی اس تحقیق کی روشنی میں مثالی ریاست کی ذمہ داریوں میں یہ داخل ہے کہ وہ عوام میں عمدہ اخلاق و اوصاف پیدا کرنے اور ان کی صحیح تعلیم و تربیت کا اہتمام کرے۔

جدید دنیا نے انتظام ریاست کے باب میں جو پیش رفت کی ہے اس کی بنیاد فرانسیسی مفکر مانٹیسکو کا نظریہ تقسیمِ اختیارات (Sepration of powers) ہے جس نے پہلی مرتبہ یہ تصور پیش کیا کہ ریاست اور اس کے حدودِ کار اور اختیارات کا تعین ہونا چاہئے۔ اس طرح تین اساسی ریاستی اداروں مقننہ (Legislature)، انتظامیہ (Executive) اور عدلیہ (Judiciary) کے فرائض اور اختیارات کا تعین ہوا۔ موجودہ دنیا میں یہ نظریہ مقبول ہونے کے باوجود ابھی تک اس پر عمل پیرا ہونے والی ریاستوں میں یہ اعتدال باہمی کا وہ مثالی درجہ حاصل نہیں کر سکا جس کا وہ تقاضا کرتا ہے۔[9]

اسلامی معاشرے میں ریاست محض چند ہیئتوں کا نام نہیں ہے جیسا کہ دیگر معاشروں میں ہوتا ہے بلکہ اسلامی معاشرے میں ریاست ایک نامیاتی وجود بن جاتی ہے، جس کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ:

> It can scarcely be doubted that the government in an Islamic State is not merely a set of forms, but an organisam intimately associated with the structure of society and the character and ideas of the governed, and there is a constant interplay between governors and governed.[10]

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلامی ریاست محض چند ہیئتوں کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک نامیاتی حقیقت ہے جو معاشرے کی ساخت، عوام کے کردار اور تصورات کے ساتھ براہِ راست وابستہ ہے اور اس میں عوام اور حکمرانوں کے درمیان ایک مستقل رابطہ اور تعلق کار موجود رہتا ہے۔"

خلاصہ یہ کہ ریاست سے مراد ایک ایسی معاشرتی تنظیم ہے جس میں ایک یا ایک سے زیادہ افراد کی حاکمانہ سربراہی قائم ہو، ریاست افراد پر مشتمل ایسا ادارہ ہوتا ہے جس کی تشکیل کے لئے ایک ایسی مستقل خطہ زمین کی ضرورت ہوتی ہے جہاں کچھ لوگ آباد ہوں، وہ خود مختار ہو، اور اس کے نظام کو چلانے کے لئے حکومت کا وجود لازمی ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ چار عناصر "آبادی، خطہ زمین، حکومت اور حاکمیت" مل کر ایک ریاست کی تشکیل کرتے ہیں، اور جب یہ ریاست قرآن و سنت کے اصول کے مطابق قائم ہو تو اسلامی ریاست کہلاتی ہے۔

اسلام میں ریاست کا تصور

قرآن و سنت اور رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح ریاست کے حوالے سے بھی مکمل ہدایات اور راہنمائی موجود ہے، اور اسلامی ریاست کے اصول و ضوابط اور حدود و دائرہ کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں اسلامی ریاست کا جو تصور پیش کیا گیا ہے اور آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو اسلامی ریاست قائم فرمائی اس کی بنیاد الہامی اخلاقیات پر رکھی گئی ہے۔ اسلامی ریاست کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو قائم کرنا، اسلامی اقدار کو فروغ دینا اور برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔ اسلامی ریاست کی تنظیم و تشکیل معاہدہ کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور اس کے حکمران مقتدرِ اعلیٰ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں دونوں کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔[11] اسلام میں ریاست حصولِ مقصود کا ایک اہم وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ لہٰذا اسلام میں ریاست کا درجہ بعد میں ہے، شریعت کا درجہ پہلے ہے۔[12]

اسلام میں حکمرانی کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ حکومت، اختیارات، عہدے، مناصب اور مال و دولت اللہ تعالیٰ اور رعایا کی امانت ہیں، ان امانات میں کسی بھی شخص کو ذاتی اغراض و مقاصد، اپنی نفسانی خواہشات اور مرضی کے مطابق تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بلکہ حکمرانوں اور عمال کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملکی وسائل و معاملات میں دیانت داری اور عدل و انصاف کی پابندی کریں، رسول اللہ ﷺ نے حکومت اور حکمرانی کو مسئولیت قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

ألا كلكم راع، وكلكم مسئول عن رعيته، فالأمير الذي على الناس راع، وهو مسئول عن رعيته[13]

"تم میں ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی نگہبانی اور ذمہ داری کے متعلق پوچھا جائے گا، لوگوں کا حکمران ان کا راعی اور نگہبان ہے اور اپنی رعیت کے متعلق جواب دہ ہے۔"

اسلامی ریاست کے مقام و مرتبے اور اہمیت و ضرورت کے حوالے سے ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ لکھتے ہیں:

"اسلامی نظام میں ریاست اور دین مذہب اور سلطنت دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کے مددگار ہوتے ہیں، دونوں کے تقاضے ایک دوسرے سے پورے ہوتے ہیں، چنانچہ ماوردی نے یہ بات لکھی ہے کہ جب دین کمزور پڑتا ہے تو حکومت بھی کمزور پڑتی ہے اور جب دین کی پشت پناہ حکومت ختم ہوتی ہے تو دین بھی کمزور پڑ جاتا ہے، اس کے نشانات مٹنے لگتے ہیں۔"[14]

رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے مظالم کا خاتمہ عمل میں آیا، جاہلیت کے رسوم اور ظالمانہ نظام ہائے ریاست کی بیخ کنی ہوگئی، اور ایک ایسی عادلانہ سلطنت کی بنیاد رکھی گئی جس کا قانون الہٰی تھا، جس کی حکومت اللہ تعالیٰ کی حکومت تھی، اور جس میں ہر فرد ایک طرح سے خود اپنا محتسب اور حاکم ومحکوم تھا۔ علامہ سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

"دنیا میں ریاست وحکومت اور سلطنتوں کے بانیوں کا مقصد قیامِ سلطنت کے سوا کچھ نہیں ہوتا، لیکن اسلام جو سلطنت قائم کرنا چاہتا تھا، وہ بجائے خود مقصود بالذات نہ تھی بلکہ اس کے ذریعے دنیا کے تمام ظالمانہ نظام ہائے سلطنت کو مٹا کر جن میں خدا کے بندوں کو بندوں کا خدا ٹھہرا دیا گیا تھا، اس کی جگہ خدا کے فرمان کے مطابق ایک ایسا عادلانہ نظام قائم کرنا مقصود تھا، جس میں خدا کے سوا نہ کسی دوسری ارضی وسماوی طاقت کی سلطنت ہو اور نہ کسی دوسرے کا قانون رائج ہو اور جس میں فرماں روا افراد کی شخصیت، قومیت، زبان، نسل، وطن اور رنگ سے اسے تعلق نہ ہو بلکہ اس کی جدوجہد کا سارا منشا سلطنت کے قانون، طرزِ سلطنت، طریقِ حکومت اور عدل وانصاف اور احکام کے حق وباطل سے نہ ہو۔"[15]

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اسلامی ریاست کا جو تصور اور نقشہ ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے اس کو ان الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے: اسلامی ریاست وہ اعلیٰ وارفع ادارہ ہے جہاں شریعت اور دین کے قوانین کا نفاذ ہو، اور لوگوں کے دینی ودنیاوی امور اور معاملات ان ہی قوانین کے تحت چلائے جائیں۔ اسلامی فلسفہ حکمرانی کے مطابق پہلی اسلامی فلاحی ریاست سرورِ کائنات، معلمِ انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں ہجرتِ مدینہ کے بعد ریاستِ مدینہ کی صورت میں سامنے آئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ریاست نے ترقی کے منازل طے کئے، حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں ریاست میں وسعت پیدا ہوتی گئی، نئے نئے ادارے اور شعبے قائم کئے گئے، اور ایک ہمہ گیر اور جامع نظام وجود میں آگیا۔ جو سالہا سال تک پوری آب وتاب اور عدل وانصاف کی علمبرداری اور نفاذ کے ساتھ دنیا کے سامنے ایک مثالی نظام کی شکل میں رائج رہا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد اگرچہ عملی طور پر کمزوری آگئی جس کے نتیجے میں ریاستی معاملات میں بھی بعض جگہوں پر کمی بیشی دیکھی گئی مگر مجموعی اعتبار سے یہ دنیا کا بہترین اور عمدہ نظام سمجھا جاتا ہے، جس کی ترقی وخوشحالی آج کی ترقی یافتہ دنیا کے لئے مثال ہے۔ جوں جوں اسلامی ریاست میں تنوع اور وسعت آتی گئی اہلِ علم نے اس کو موضوعِ تحقیق اور بحث بنا کر اس کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا، اور مختلف زاویوں سے اسلامی ریاست پر روشنی ڈال کر اس کے خدوخال واضح کئے۔

اسلامی ریاست کا آغاز وار تقاء

اسلامی ریاست کا نقطۂ آغاز ہجرتِ مدینہ ہے، رسول اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر یہاں ایک مثالی فلاحی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی، اور اس کے مقاصد اور اہداف بھی متعین فرمائے۔ بلکہ مشہور محقق ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ کے بقول بیعتِ عقبہ ثانیہ کو اسلامی ریاست کا روزِ آغاز کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں:

"ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو بیعتِ عقبہ تھی اور جس میں ریاست کی بنیاد رکھی گئی یہ اسلامی ریاست کا روزِ آغاز تھی۔ 11 ذی الحجہ 13 نبوت کو یا اس کے فوراً بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ اگر ریاستِ مدینہ کے آغاز کی تاریخ حضور ﷺ کے پہنچنے سے پہلے شمار کی جائے تو وہ نبوت کے گیارہویں سال ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ ہو گی۔ حضور ﷺ کی آمد سے پہلے شمار کرنے کی ضرورت اس لئے ہے کہ اس معاہدہ کے نتیجے میں حضور ﷺ کو آئندہ ریاستِ مدینہ کا سربراہ تسلیم کیا جا چکا تھا، اسلامی قوانین پر چلنے کا عہد و پیمان ہو چکا تھا۔ حضور ﷺ کے کارندے وہاں ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے۔ اس لئے ریاست تو حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ہی قائم ہو چکی تھی۔"[16]

مشہور عرب عالم اور محقق ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ اسلامی ریاست کے آغاز اور تصور کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

"ابتدائی مراحل میں ہی اسلامی ریاست کا قیام اس بات کی زندہ دلیل ہے، کہ اسلام صرف مذہب ہی نہیں بلکہ ایک ایسا قانون بھی ہے جسے انسان کی تمام نظریاتی، اعتقادی، معاملاتی، اخلاقیاتی، حکومتی، انتظامی، تربیتی اور اجتماعی سرگرمیوں پر کامل حاکمیت حاصل ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ اس سے مذہب اور ریاست کے درمیان تعلق اس طرح مضبوط ہو جاتا ہے جس طرح عمارت اور بنیاد کے درمیان تعلق۔ اور اسلام کا صحیح مفہوم بھی یہی ہے۔"[17]

پہلے روئے زمین کے سردار ﷺ کا ظہور ہوا۔ اس کے بعد فطری قوانین نے اپنی جھلک دکھائی اور اس کے فوراً بعد ایک امت کی تشکیل عمل میں آئی، "ریاستِ مدینہ" کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا کام ساری قوموں کو ایک کرنا، ایک کر کے ایک انسانیتِ عامہ کے عقیدے پر جمع کرنا اور دنیا جہاں کی واحد حکومت قائم کرنا تھا۔[18]

ریاستِ مدینہ نے حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں ارتقائی مراحل طے کئے اور مختلف طبقات اور اقوام اسلامی ریاست کے ماتحت آگئے، اسلامی ریاست میں وسعت آتی رہی، چنانچہ اس دور میں شام کے ساحلی علاقے، انطاکیہ، حلب، فلسطین، مصر، آرمینیا، افریقہ، قبرص اور طبرستان کے علاقے اسلامی ریاست کے زیرِ نگیں ہوئے۔[19] مگر اسلامی قوانین کی جامعیت کی بناء پر کہیں ایسا محسوس نہیں ہوا کہ قانون کی تنگ دامنی کی بناء پر اسلامی ریاست مشکل سے دوچار ہوئی ہو۔ اسلامی ریاست کے تیز رفتار ارتقاء کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ حکومت میں اسلامی ریاست چوالیس لاکھ مربع میل پر محیط تھی۔[20] حضرات خلفاء راشدین کے دور میں اسلامی ریاست کی وسعت کی بناء پر نئے نئے شعبے وجود میں آگئے، اور اسلامی ریاست میں تنوع آتا رہا۔

اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات وامتیازات

اسلامی ریاست محض حکمرانی اور شہنشائیت سے عبارت نہیں ہے بلکہ اسلام کے تصور پر قائم ریاست ایک مخصوص اخلاقی اور روحانی نظام کی حامل ہوتی ہے، جس میں لوگوں پر حکومت کرنا اور منصبِ اقتدار پر فائز ہونا مقصود بالذات نہیں ہوتا بلکہ ریاستِ اسلامی کا اصل مقصد اسلامی اصول واحکام کی بالادستی اور علم برداری ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلامی ریاست ایک صفاتی اور امتیازی ریاست ہوتی ہے، جس میں صفات کی بنیاد پر اقتدار کو حاصل کیا جاتا ہے اور کچھ بنیادی اور لازمی صفات کو بہر حال پیشِ نظر رکھنا پڑتا ہے، جن میں چند نمایاں خصوصیات کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

حاکمیتِ اعلیٰ

اسلامی ریاست میں حاکمیتِ اعلیٰ حکمران، قوم یا چند افراد کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی جاتی ہے۔ حکمران کی حیثیت حاکمیت کے بجائے خلافت اور فرائضِ بندگی انجام دینے والے کی ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے حاکمیتِ اعلیٰ کے تصور کو واضح انداز میں پیش فرمایا ہے:

﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾[21] حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ہجرتِ مدینہ کے بعد مدینہ منور میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی یہود سے جو معاہدہ کیا اس میں اس تصور کو عملی طور پر نافذ فرمایا، چنانچہ اس معاہدے کا ایک دفعہ یہ تھا:

"اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔"[22]

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان جو عہد وپیمان کرایا، وہ بھی کئی شقوں پر مشتمل ہے جس میں ایک شق یہ ہے:

وإنكم مهما اختلفتم فيه من شيء، فإن مرده إلى الله عز وجل، وإلى محمد صلى الله عليه وسلم23

"تمہارے درمیان جو بھی اختلاف رونما ہوگا اسے اللہ عزوجل اور حضرت محمد ﷺ کی طرف پلٹایا جائے گا۔"

دنیا کے مختلف نظاموں میں جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہاں حاکمیتِ اعلیٰ کا تصور درست نہیں ہے چنانچہ بعض ممالک میں سربراہِ حکومت کو حاکمِ اعلیٰ مانا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر قسم کے حدود و قیود سے بالاتر ہو کر فیصلے کرتا ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کے حقوق اور اختیارات سلب ہو کر رہ جاتے ہیں، اور نظام صحیح طریقے سے اعتدال پر نہیں چل پاتا، جبکہ بعض ممالک میں عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کو حاکمِ اعلیٰ کی حیثیت دی جاتی ہے جس کے نتائج بھی توازن اور فطری تقاضوں کے مطابق نہیں ہے۔ اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ کو حاکمِ اعلیٰ مانا جاتا ہے اور حکومت کے تمام اختیارات اور فیصلے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے قوانین اور اصول کی روشنی میں کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے پورے نظام میں اعتدال، فطری حسن اور عوام کے حقوق کے تحفظ کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، کیونکہ الٰہی قوانین اور اصول ابدی اور یقینی طور پر درست ہیں، جن میں غلطی کا شائبہ بھی نہیں ہے۔

اسلامی شریعت کا نفاذ و اشاعتِ اسلام

اسلامی نظامِ حیات میں چونکہ اصل شریعتِ مطہرہ ہے اور اس کے تحفظ و استحکام اور عملی نفاذ کے لئے ریاست ایک وسیلہ اور ذریعہ ہوتی ہے، اس لئے اسلامی ریاست کا اولین مقصد اور فریضہ اسلامی شریعت کا عملی نفاذ ہے اور ملک کے اندرونی و بیرونی حالات کے حوالے سے تمام تر فیصلے قرآن و سنت کے مطابق کرنے ہیں۔ اسلامی احکام و شعائر کے احیاء اور نفاذ کے لئے ہر ممکن جدوجہد کرنا اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ قرآن کریم نے اسلامی ریاست کی خصوصیات کا بیان کرتے ہوئے چند بنیادی امور ذکر فرمائے ہیں:

﴿الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ﴾24

"یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین کی حکومت دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی کریں، اور نیکی کا حکم کریں، اور برائی سے روکیں۔"

اس آیتِ کریمہ نے اسلامی ریاست کی یہ خصوصیت بیان کی ہے کہ اس کا سارا ڈھانچہ اسلامی شریعت کے مطابق ہو گا اور وہ نفاذِ شریعت میں کوئی کوتاہی نہیں کرے گی، بلکہ اس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مضبوط سسٹم ہو گا، جو لوگوں کو ہر قسم کی نیکی خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات اور معاشرت وقضاء سے، کا حکم کرے گی، اور رعایا کو ہر قسم کی برائیوں اور منکرات سے روکے گی۔

رسول اکرم ﷺ نے جس ریاست کی بنیاد رکھی وہ اسلامی شریعت کا عملی نمونہ تھی، اور اس میں ہر خیر واچھائی کی حوصلہ افزائی کی جاتی تھی جبکہ برائیوں کا سدِباب کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ زکوٰۃ کی وصولی کے لئے باقاعدہ عاملین مقرر ہوتے تھے جو مختلف علاقوں میں جا کر لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ انہیں جو ہدایات دیا کرتے تھے ان میں چند یہ ہیں:

فإذا أطاعوا بها، فخذ منهم وتوق كرائم أموالهم25

یعنی زکوٰۃ کی وصولی میں عمدہ اور قیمتی مال لینے سے اجتناب کرو۔ آپ ﷺ نے اس معاملے میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا درس دیتے ہوئے درمیانی قسم کے اموال لینے کا حکم دیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بازاروں سے برائیوں اور منکرات کے خاتمے کے لئے باقاعدہ نگران مقرر ہوتے تھے تاکہ نظامِ معیشت درست سمت کی جانب گامزن ہو اور لوگ حرام کمائی سے اجتناب کریں۔ مشہور محدث محمد متقی ہندیؒ روایت کرتے ہیں:

عن الزهري أن عمر بن الخطاب استعمل عبد الله بن عتبة على السوق26.

"امام زہری سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عتبہؓ کو بازار کی نگرانی پر مقرر فرمایا۔"

بعد کے اسلامی ادوار میں معاشرے کو برائیوں اور فحاشی وعریانی سے پاک کرنے اور نیکیوں کے فروغ کے لئے باقاعدہ ایک مستقل ادارے کا قیام عمل میں لایا گیا، جو حسبہ کے نام سے جانا جاتا تھا، اس ادارے کی بنیاد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے اقدامات ہیں، چنانچہ علامہ ہندیؒ فرماتے ہیں:

قال العلماء هذا أصل ولاية الحسبة.27

"علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ (حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازار کی نگرانی کے لئے افراد کا تقرر) محکمۂ حسبہ[28] کی بنیاد ہے۔"

احکام شرعیہ کے عملی نفاذ کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی اشاعت اور اسلام کا پیغام مثبت انداز میں دنیا کے سامنے پیش کرنا بھی اسلامی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب کفارِ مکہ کے ساتھ حدیبیہ کے مقام پر صلح کر کے واپس مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو عالمی سطح پر اسلام کا پیغام عام کرنے کے لئے مختلف بادشاہوں کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔ واقدی کے بیان کے مطابق سن چھ ہجری کے آخر میں رسول اللہ ﷺ نے شاہانِ عالم کے نام خطوط روانہ کئے۔[29]

حاصل یہ کہ اسلامی ریاست کا کام اسلامی شریعت کے نفاذ اور اشاعت کے راستے میں روڑے اٹکانے نہیں ہے، بلکہ اس کا نفاذ ہے اور اس حوالے سے کی جانے والی کاوشوں کی سرپرستی اور تعاون اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

شورائیت

اسلامی ریاست کا انتظام مشاورت کے اصولوں پر چلایا جاتا ہے، تاکہ آمریت اور شہنشائیت کا خاتمہ ہو اور کوئی شخص محض اپنی ذاتی مرضی رعایا پر مسلط نہ کر سکے۔ چنانچہ اسلامی ریاست میں کسی ایک فرد یا چند افراد کو نظام مملکت اپنی مرضی اور صوابدید کے مطابق چلانے کا اختیار نہیں ہے، بلکہ بنیادی فیصلے پوری امت کو ساتھ لے کر کرنے ہوتے ہیں جن میں ملت کے تمام اصحابِ علم و فضل اور اہل الرائے حصہ لیں گے۔ حکومتوں کا بننا، بدلنا اور متعلقہ مسائل ایسے لوگوں کی رائے پر موقوف ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ کے احکام کے پابند ہوتے ہیں۔

شوریٰ سے مراد صرف خلیفہ کے تقرر کے لئے مشورہ لینا نہیں ہے بلکہ انتظامِ حکومت چلانے میں بھی خلیفہ کا فرض ہے کہ شوریٰ کے اصول پر عمل پیرا ہو کر مشورے سے حکومت چلائے۔ اسلامی ریاست کے سربراہ اور امام کے ذمہ یہ واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾[30]

"ان سے مشورہ کیا کرو، پھر جب تم عزم کر لو تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔"

رسول اکرم ﷺ ہر قسم کے گناہوں سے معصوم تھے اس کے باوجود آپ ﷺ کو یہ حکم دیا گیا کہ آپ مسلمانوں سے مشورہ کیا کریں اس سے دراصل مقصود یہ ہے کہ بعد میں آنے والے حکمرانوں کے سامنے مشورے کی اہمیت واضح ہو جائے۔ رسول اکرم ﷺ اس آیتِ کریمہ کا عملی مصداق بن کر ریاستی معاملات میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مشورہ فرمایا کرتے تھے اور کئی اہم امور کی ذمہ داریاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد کی تھیں۔ اس بات پر تقریباً تمام سیرت نگاروں کا اتفاق ہے کہ ریاستِ مدینہ میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیثیت وزیرِ اول کی سی تھی۔ حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں:

«كان أبو بكر الصديق رضي الله عنه من النبي صلى الله عليه وسلم مكان الوزير، فكان يشاوره في جميع أموره ـــ ولم يكن رسول الله صلى الله عليه وسلم يقدم عليه أحدا»31

"حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کا درجہ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں وہی تھا جو وزیر کا ہوتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرم ﷺ آپ سے تمام معاملات میں مشاورت فرماتے تھے۔ اور کسی کو بھی ان کے اوپر ترجیح نہیں دیتے تھے۔"

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے ریاستی معاملات میں شورائیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے چنانچہ آپ ﷺ اہم مواقع پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأيت أحدا قط كان أكثر مشورة لأصحابه من رسول الله صلى الله عليه وسلم.32

"میں نے کبھی کسی کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے والا نہیں دیکھا۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شورائی نظام کی اہمیت وضرورت اور باہمی مشاورت کے بغیر ریاستی امور نہ چلانے کے حوالے سے ارشاد فرمایا ہے:

فمن بايع أميرا عن غير مشورة المسلمين فلا بيعة له، ولا بيعة للذي بايعه، تغرة أن يقتلا.33

"جس شخص نے مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی امیر کے لئے بیعت لی تو اس کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس شخص کا اعتبار ہے جس نے بیعت کی ہے، کیونکہ اس میں قتل وقتال کا اندیشہ ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کے لئے شوریٰ کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں فرمایا۔ بلکہ اس معاملے کی تفصیلات اہلِ بصیرت پر چھوڑ دی گئی ہیں، کہ وہ اپنے زمانے اور حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے شریعت کے طے کردہ اصولوں کی روشنی میں تفصیلات طے کریں۔ البتہ شوریٰ

کے دائرہ کار اور اختیارات کے بارے میں مختلف تفصیلات ملتی ہیں، عام فقہاء کرامؒ اور سیاستِ شرعیہ پر کتابیں لکھنے والے حضرات کا خیال یہ ہے کہ اہلِ شوریٰ کا قول امام کے لئے واجب الاطاعت نہیں ہے، بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ اہل الرائے سے مشورہ لینے کے نتیجے میں امام کے سامنے تمام پہلو آجاتے ہیں، اور مسئلے کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مختلف احتمالات اور آراء سامنے آنے کی صورت میں امام کو فیصلہ کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ مگر آخری فیصلہ بہر حال امام کو خود ہی کرنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ مانعینِ زکوٰۃ سے جہاد کرنے کے بارے میں بہت سے حضرات اس حق میں نہیں تھے کہ اس وقت لشکر کشی کی جائے مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈٹ گئے اور فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

أَجَبَّار في الجاهلية وخَوَّار في الإسلام؟34

"کیا جاہلیت میں نڈر اور مضبوط ہونے کے باوجود اسلام لانے کے بعد کمزور اور کم ہمت ہو گئے ہو؟"

اس سے معلوم ہوا کہ فیصلے کا اصل اختیار حاکم کو ہے مگر اہل الرائے سے مشورہ لینا اس کے لئے ضروری ہے، پھر اہل الرائے میں سے کسی کی رائے پر فیصلہ کر کے عمل کرنے کا اختیار حاکم کو تفویض کیا گیا ہے۔

نظریاتی اور اصولی ریاست

اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوا کرتی ہے، جس کا اولین مقصد اسلامی عقائد و نظریات کا تحفظ اور اسلامی اقدار کی سربلندی ہوتی ہے، اور اسی مقصد کی خاطر ریاست کا قیام عمل میں آتا ہے۔ روئے زمین پر پہلی اسلامی ریاست مدینہ طیبہ کی تھی جو رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے نشر و اشاعت اور مسلمانوں کے جان و مال کے تحفظ کے لئے قائم فرمائی تھی، اس کے تقریباً چودہ سو سال بعد مملکتِ خداداد پاکستان کا قیام عمل میں آیا، جس کا مقصد بھی مسلمانوں کے دین و ایمان کا تحفظ، مسلمانوں کے لئے الگ مملکت کا حصول اور اسلامی تعلیمات کے مطابق چلنے والی ریاست کا قیام تھا۔ چونکہ اسلامی ریاست نظریاتی ہوا کرتی ہے اس لئے اس میں صحیح عقیدے اور نظریات والے لوگ ریاست کے نظم و نسق کو چلاتے ہیں، کیونکہ اسلامی ریاست در حقیقت نظریات کے نفاذ اور سیرت و کردار کی تشکیل کرنے والا ادارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں سے معاہدات کئے، مگر ریاستی امور ہمیشہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سپرد رہے۔ آپ ﷺ کی اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی خلفائے راشدین کے دور میں دیکھا جائے تو ان

لوگوں کو ریاستی ذمہ داری سونپی گئی جو عقیدے اور عمل کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ لہٰذا ایک اسلامی ریاست کو چلانے کے حقدار صرف وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو اس کے دستور سے پوری طرح اتفاق کرتے ہوں، اور جن کا مقصد اسلامی ریاست کا تحفظ وبقاء اور ترقی وخوشحالی ہو، یہی وجہ ہے کہ حکمران جماعت میں صرف وہ لوگ شامل ہوسکتے ہیں جو ریاست کے نظریاتی پہلوؤں سے پوری طرح واقفیت رکھتے ہوں اور جن لوگوں میں یہ صلاحیت نہ ہو یا وہ اسلامی ریاست کے تقاضوں اور لوازمات کو قبول نہ کریں وہ ریاستی امور میں دخل اندازی نہیں کرسکتے۔ اس سے اسلامی ریاست میں حکمرانوں کی صفات اور اعمال وکردار کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

ہمہ گیریت

اسلامی ریاست کی ایک اور نمایاں خصوصیت ہمہ گیریت ہے، اسلام جو نظام لے کر آیا ہے جس کا نفاذ اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے وہ نظام عالم گیر ہے، جس میں عمومی عدل وانصاف، معاشرے میں اچھائیوں کا فروغ اور برائیوں کا خاتمہ شامل ہے، اور ظاہر ہے کہ اس طرح کے ہمہ گیر عمل کے دائرے کو محدود نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اسلامی نظام زندگی کا دائرہ کار پوری انسانی زندگی پر محیط ہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ اس نظام کو نافذ کرنے والی ریاست بھی ہمہ گیر ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ نے مدنی ریاست کو ایک ہمہ گیر حیثیت عطا فرمائی اور اس کے تحفظ اور بقاء کے لئے تمام ممکنہ اقدامات فرمائے، چنانچہ ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے اس کی ہمہ گیریت کے حوالے سے عملی اقدامات اٹھائے، جیسا کہ ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ تحریر فرماتے ہیں:

> "مدینہ آنے کے چند ہی مہینوں بعد آپ ﷺ آس پاس کے قبائلی علاقوں کا دورہ فرمانے اور ان سے حلیفانہ تعلقات قائم فرمانے لگے، چنانچہ مدینے سے ینبوع تک جو علاقہ ہے وہاں کے قبائل (بنی ضمرہ، مدلج وغیرہ) نے باوجود اسلام قبول نہ کرنے کے اس بات پر آمادگی ظاہر کی کہ اگر مدینہ پر کوئی حملہ آور ہو تو یہ مسلمانوں کو مدد دیں، اور اگر ان کے علاقے پر کوئی چڑھائی کرے تو مسلمان ان کو مدد دیں۔"[35]

تعصبات سے دوری

اسلامی ریاست ہر قسم کی عصبیتوں سے پاک ہوتی ہے، اس میں رنگ، نسل، زبان اور قومیت کی عصبیتوں کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ اور تمام مسلمانوں کو امتِ واحدہ قرار دیا جاتا ہے، کیونکہ اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد میں یہ شامل ہے کہ اس کے ذریعے امتِ واحدہ وجود میں آسکے، اور جس ریاست کا مقصد امتِ واحدہ کا قیام اور عمومی عدل ومساوات کی فراہمی ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر قسم کی

تعصبات سے دور ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے قیام کے ساتھ ہی انصار و مہاجرین میں جو عہد و پیمان کروایا اس کے آغاز میں ہی مسلمانوں کے اتحاد اور امتِ واحدہ ہونے کی وضاحت فرمائی:

بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبي صلى الله عليه وسلم، بين المؤمنين والمسلمين من قريش ويثرب، ومن تبعهم، فلحق بهم، وجاهد معهم، إنهم أمة واحدة من دون الناس36

"یہ ایک چارٹر ہے جو پیغمبرِ اسلام ﷺ نے جاری کیا ہے۔ یہ ان مومنین اور مسلمین کے درمیان ہے جن کا تعلق قریش اور یثرب سے ہے اور ان تمام لوگوں سے جو بعد میں ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کے ساتھ آملیں۔ اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ ایک امتِ واحدہ ہے تمام انسانوں سے الگ۔"

اس میثاق میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف قبیلوں، علاقوں اور مختلف حیثیت والے لوگوں کو ایک لڑی میں پرو کر امتِ مسلمہ قرار دے کر انہیں جسدِ واحد کا درجہ دیا۔ جس سے تمام نفرتوں، عصبیتوں اور باہمی نزاعات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

عدل و انصاف کی فراہمی

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے یہ بات عیاں ہے کہ اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات میں عدل و انصاف ہے، جس ریاست میں اجتماعی عدل اور یکساں انصاف کا نظام نہ ہو وہ حقیقی معنیٰ میں اسلامی ریاست کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ قرآن کریم نے مسلمانوں کو عدل و انصاف کے قیام کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ﴾37

"بے شک اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو عطا کرنے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برے کاموں اور ظلم سے منع کرتا ہے۔"

قرآن کریم نے ایک موقع پر انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اور قرآن کے نزول کا مقصد بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾38

"تحقیق ہم نے واضح دلائل دے کر اپنے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتار دی تاکہ لوگ انصاف کا دامن پکڑیں۔"

ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:
﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾39
"جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کیا کرو۔"

اور ظاہر ہے کہ لوگوں کے تنازعات اور اختلافی مسائل کا فیصلہ کرنا بنیادی طور پر ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے، لہٰذا ریاست اس وقت اسلامی کہلائے گی جب اس کے تمام فیصلے عدل وانصاف کے اصولوں کے مطابق ہوں۔ اس معاملے میں جانب داری اور ناانصافی سے مکمل اجتناب کیا جائے اور کسی بھی حالت میں عدل وانصاف کے دامن کو جانے نہ دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ریاست کی ذمہ داری صرف عدل وانصاف کی فراہمی نہیں ہے بلکہ عدل کی فراہمی کرتے ہوئے مکمل طور پر غیر جانب داری کا مظاہرہ کرنا ہے اور اس سلسلے میں کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کرنا۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک عورت نے چوری کی تھی جس پر رسول اللہ ﷺ نے سزا سنائی تھی، اس حوالے سے قریش پریشان تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس واقعے کے بارے میں فرماتی ہیں:

أن قريشا أهمهم شأن المرأة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فقالوا: ومن يجترئ عليه إلا أسامة، حب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فكلمه أسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «أتشفع في حد من حدود الله؟» ثم قام فاختطب، فقال: «أيها الناس، إنما أهلك الذين قبلكم أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها»40

"قریش کو مخزومی عورت کی وجہ سے پریشانی لاحق ہو گئی تھی جس نے چوری کی تھی، انہوں نے کہا کہ اس بارے میں کون رسول اللہ ﷺ سے بات کرے گا، یہ کہا گیا کہ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے رسول اللہ ﷺ بہت پیار کرتے ہیں وہی اس سلسلے میں بات کرے گا، جب حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے بات کی، تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اور فرمایا: اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوئے کہ جب ان میں مرتبے والے لوگ چوری

کرتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتے تو ان پر حد جاری کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر میری اپنی بیٹی فاطمہ نے بھی چوری کی تو میں اس کا ہاتھ کاٹوں گا۔"

رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس بے لاگ اور منصفانہ عدل کا قیام کر کے اسلامی ریاست کے اس اہم ستون کی اہمیت واضح فرمادی کہ کوئی ریاست اس وقت تک مثالی اور ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی جب تک اس میں عدل کا نظام اپنے تمام تر تقاضوں کے ساتھ رائج نہ ہو، اور جہاں پر اعلیٰ و ادنیٰ، حاکم و محکوم قانون کی نظر میں برابر نہ ہوں۔

غیر مسلموں سے رواداری

اسلامی ریاست کی امتیازی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ وہاں پر جو غیر مسلم اقلیت آباد ہوں ان کے تمام حقوق کا تحفظ کیا جائے گا اور ان کے ساتھ رواداری اور حسنِ سلوک کا معاملہ کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی۔ قرآن کریم نے ان غیر مسلموں کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے جو مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ کرتے ہوں:

﴿لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ﴾ 41

"اللہ تعالیٰ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جو تم سے دین پر نہیں لڑے اور نہ تمہیں گھروں سے نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کرو اور انصاف کا سلوک کرو، بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقاتلہ نہیں کیا اور ان کے گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا، ان کے ساتھ احسان کے معاملہ اور اچھے سلوک اور عدل و انصاف کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ عدل و انصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے، جس میں کافر ذمی و مصالح اور کافر حربی و دشمن سب برابر ہیں، بلکہ اسلام میں تو عدل و انصاف جانوروں کے ساتھ بھی واجب ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست میں مقیم غیر مسلموں کو مکمل تحفظ فراہم کرنے کی ہدایت دی ہے اور انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دی۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

«من قتل معاهدالم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها توجد من مسيرة أربعين عاما»42

"جس شخص نے کسی معاہدے والے غیر مسلم (ذمی) کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔"

حاصل یہ کہ قرآن و سنت کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں قانونی طریقے سے مقیم غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے گا، ان کے ساتھ امتیازی سلوک، ظلم وزیادتی اور ان کے حقوق چھیننے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مملکتِ خداداد پاکستان میں اقلیتوں کو جتنے حقوق اور تحفظ حاصل ہے اس کی مثال دیگر ممالک میں کہیں بھی نہیں ملتی، اس کے باوجود بعض اوقات مسلمانوں کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ ان کے ہاں غیر مسلم محفوظ نہیں ہے، جس کی وجہ اسلام اور مسلمان دشمنی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

خلاصہ ونتائج بحث

1۔ آبادی، خطہ زمین، حکومت اور حاکمیت ریاست کے چار بنیادی عناصر ہیں۔

2۔ اسلامی ریاست کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے مطابق ہو۔

3۔ اسلامی ریاست کی ابتداء ریاستِ مدینہ سے ہوئی، جہاں رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد اسلامی سٹیٹ کی بنیاد رکھی۔

4۔ اسلامی نظام میں ریاست اور دین ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے معاون ہوتے ہیں۔

5۔ اسلامی ریاست کی بنیاد الہامی اخلاقیات پر ہوتی ہے، جس میں بنی نوع انسانیت کے لئے خیر اور بھلائی ہے۔

6۔ اسلامی ریاست کا مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو قائم کرنا، اسلامی اقدار کو فروغ دینا، اچھائیوں کو پھیلانا اور برائیوں کا قلع قمع کرنا ہے۔

7۔ اسلامی ریاست آمریت اور شہنشائیت پر مبنی نہیں ہوتی، بلکہ مشاورت کے اصولوں پر کاربند رہتی ہے، اور ملک وملت کے خیر خواہوں اور اصحابِ علم وفضل کے مشورے سے ریاستی فیصلے کئے جاتے ہیں۔

8۔ اسلامی ریاست میں اخوت، بھائی چارے اور الفت ومحبت کی فضا قائم ہوتی ہے اور وہ ہر قسم کے تعصبات سے پاک ہوتی ہے۔

9۔عدل و انصاف کا قیام اور مساوات اسلامی ریاست کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔

10۔اسلامی ریاست میں لوگوں کے مال و جان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور اسلامی عقائد و نظریات کے تحفظ پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔

11۔اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے جان و مال اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے اور ان سے حسنِ سلوک کا معاملہ کیا جاتا ہے۔

تجاویز و سفارشات:

1۔رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں جو اسلامی فلاحی ریاست قائم فرمائی اس کو بنیاد بنا کر امتِ مسلمہ کو اسلامی ریاست کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیئے۔

2۔رسول اللہ ﷺ نے جس طرح اس امت کو جسدِ واحد قرار دیا ہے اس کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے تمام مسلمان ملکوں اور اسلامی ریاستوں کو باہمی الفت و محبت اور اخوت و برادری کی بنیاد پر مضبوط تعلقات استوار کرنے چاہئیں۔

3۔داخلہ اور خارجہ پالیسی کو نبوی اقدامات و معاہدات کے تناظر میں تشکیل دیا جائے۔

4۔ریاستِ مدینہ کی تعلیمی پالیسیوں پر عمل پیرا ہو کر جہالت اور غربت کا خاتمہ کرنے کے لئے مستقل بنیادوں پر عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔

5۔اسلامی ریاستوں کے نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کے لئے تمام ممکنہ وسائل اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔

(مصادر و مراجع)

[1] محمد اقبال، علامه ڈاکٹر، کلیاتِ اقبال، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1996م، ص405۔

[2] الأحزاب: 23/ 21۔

[3] ابن منظور الأفريقي، محمد بن مكرم، لسان العرب، دار صادر، بيروت، ط:1، س ن، 6/ 91۔

[4] محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، سیاسیات، نظریات اور اصول، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 2003ء، ص89۔

[5] نفسِ مصدر، ص90۔

[6] حوالہ سابقہ، ص: 91۔

[7] ایضاً، ص91۔

[8] الفارابی، ابوالنصر محمد، اراء أهل المدينة الفاضلة، المطبع السعادة، مصر، 1906م، ص 26

[9] طاہر القادری، ڈاکٹر، سیرۃ الرسولﷺ کی انتظامی اہمیت، منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، ط:1، 2006ء، ص9، 10۔

[10] Hamilton Gibb and Harold Bowen, Islamic society and the west, oup, London p.9۔

[11] محمد اعظم چوہدری، ڈاکٹر، سیاسیات، نظریات اور اصول، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 2003ء، ص104۔

[12] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضراتِ سیرت، الفیصل ، لاہور، ط5، 2015ء، ص333۔

[13] صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري (المتوفى: 261هـ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت، س ن، كتاب الإمارة، حديث: (1829)، 1459/3۔

[14] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل، لاہور، 2009ء، ص287۔

[15] سید سلیمان ندوی، علامہ، سیرۃ النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، لاہور، ط:1، 1423ھ، 762/4۔

[16] غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات شریعت، الفیصل، لاہور، 2009ء، ص333۔

[17] وہبہ الزحیلی، الدکتور، العلاقات الدولیة فی الاسلام، ترجمہ: اسلام میں بین الاقوامی تعلقات، مترجم: مولانا حکیم اللہ، شریعہ اکیڈمی، اسلام آباد، 2013، ص9۔

[18] حامد الانصاری غازی، مولانا، اسلام کا نظامِ حکومت، الفیصل ناشران، لاہور، ص68، 87۔

[19] اکبر شاہ نجیب آبادی، تاریخ اسلام،مکتبہ خلیل، لاہورط:2004ء، ص 300 تا 372۔

[20] ضیاء الرحمٰن فاروقی، سیدنا حضرت عثمان ذی النورین، ط ن، س ن، ص:17۔

[21] الأنعام: 6/ 57۔

[22] صفی الرحمٰن مبارک پوری، مولانا، الرحیق المختوم، المکتبة السلفیة، لاہور، س ن، ص264۔

[23] عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري (المتوفى: 213هـ)، السيرة النبوية، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، ط:2، 1955 م، 503/1۔

[24] الحج :22 /41۔

[25] صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري (المتوفى: 261هـ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كِتَابُ الْإِيمَانِ، باب الدعاء إلى الشهادتين وشرائع الإسلام، حديث: (31)، 51/1۔

[26] كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، المتقي الهندي، علاء الدين علي بن حسام الدين (المتوفى: 975هـ)، مؤسسة الرسالة، ط 5، 1401هـ، كتاب الخلافة مع الامارة، الباب الثاني: في الامارة وتوابعها، حديث:(14467) 5/ 815۔

[27] نفسِ مصدر، ج:5، ص:815۔

[28] حسبہ کی تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو:

الف: الحسبة في الإسلام، ابن تيمية ، دار الكتب العلمية

ب: أهمية الحسبة في النظام الإسلامي، عبد الرحمن بن حسن البيتي، دار الحديث الخيرية بمكة المكرمة۔

[29] کاندھلوی، مولانا محمد ادریس، سیرۃ المصطفیﷺ، المیزان، لاہور، س:2012ء، ج:2، ص:341۔

[30] آل عمران: 3/ 159۔

[31] المستدرك، الحاكم محمد بن عبد الله (المتوفى: 405ھ)، دار الكتب العلمية، بيروت، ط:1، 1411ھ – 1990، كتاب معرفة الصحابة رضي الله عنهم، حديث:(4408)، ج:3، ص:66۔

[32] مسند أحمد، أحمد بن محمد بن حنبل، أبو عبد الله (المتوفى: 241ھ)، مؤسسة الرسالة، بيروت، ط:1، 1421 ھ - 2001 م، مسند الكوفيين، حديث: (18928)، ج:31، ص:244۔

[33] نفس مصدر، مسند عمر بن الخطاب، حديث: (391) ج:1، ص:453۔

[34] جامع الأصول في أحاديث الرسول، ابن الأثير، مجد الدين أبو السعادات المبارك بن محمد الجزري (ت 606ھ)، مكتبة دار البيان، ط:1، 1972م، الكتاب الأول: في الفضائل والمناقب، الباب الرابع: في فضائل الصحابة رضي الله عنهم ومناقبهم، القسم الأول: في الرجال، وأولهم: أبو بكر الصديق رضي الله عنه، حديث (6425) ج:8، ص:605۔

[35] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دارالاشاعت، ط:7، 1987ء، ص:101۔

[36] ابن هشام، عبد الملك(المتوفى: 213ھ)، السيرة النبوية، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي، مصر، ط:2، 1375ھ - 1955 م، ج:1، ص:105۔

[37] النحل:7/90۔

[38] الحديد: 57/ 25۔

[39] النساء: 4/ 58۔

[40] صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج القشيري (المتوفى: 261ھ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت، كتاب الحدود، باب قطع السارق الشريف وغيره، والنهي عن الشفاعة في الحدود، حديث:(1626)، 3/ 1315۔

[41] الممتحنة: 60/ 8۔

[42] صحيح البخاري، محمد بن اسماعيل، دار طوق النجاة، مصر، ط:1، 1422ھ، كتاب الجزية، باب إثم من قتل معاهدا بغير جرم، حديث: (3166)، 4/ 99۔